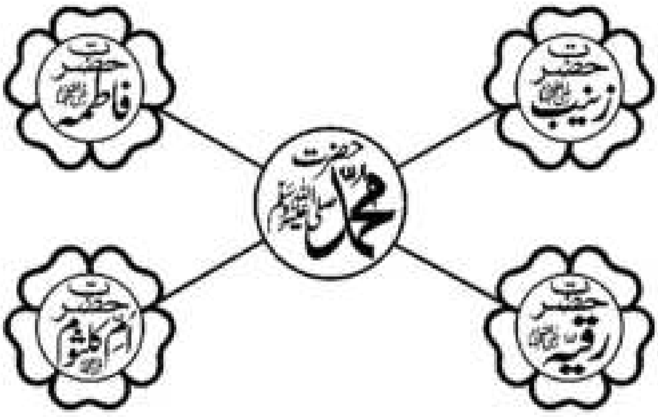
آسمان رسالت ﷺ کے نجوم وکواکب کا زریں سلسلہ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

بناتِ طیّبات



بیاد گار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکی

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیر سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھذا)

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

Scanned with CamScanner

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انس محمد علی نزولوی

قلب کی کیفیات واحوال مرورِ زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی یہ دل تسلسل سے کہی گئی بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور کبھی اس قدر نرم ہو جاتا ہے کہ مختصر سی خاموش نصیحت کو بھی اپنی لوح پر نقش کر لیتا ہے۔ دل کی یہی کیفیت ہے جس کی وجہ سے اخلاص وللّٰہیت، عاجزی وانکساری، زہد وعبادت، تقویٰ وبزرگی، موت اور فکرِ آخرت وغیرہ پر مشتمل اسلاف کے واقعات ہم اخلاف کی زندگی کا رُخ بدلنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے انبیائے کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے نیک لوگوں کے احوال وواقعات اور ان کے زہد وعبادت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ بزرگانِ دین اور علمائے اُمت نے بھی آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کے درخشندہ ستارے صحابۂ کرامؓ، آلِ رسول ﷺ اور دیگر اسلاف کے سوانحی خاکوں کو مرتب کر کے اُمت کے سامنے رکھا؛ تاکہ یہ اُمت کے لیے مشعلِ راہ ہوں۔

راقم آثم بھی اتباعِ نبوی کی نیت سے علمائے اُمت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حضرت محمد ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ سیرت قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہے، جن کی حیاتِ طیبہ میں نہ جانے کتنے موعظت وحکمت اور فکرِ آخرت کے درس پوشیدہ ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں دُعا گو ہوں کہ وہ پاک ذات ہمیں حضراتِ صحابۂ کرامؓ کی زندگی کو اپنے لیے اسوہ اور نمونہ بنانے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

نام ونسب

رقیہ نام ہے۔ آپ سرورِ کائنات ﷺ کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔ والدگرامی کی طرف

سے آپ کا نسب یہ ہے: رقیہ بنت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کی سب سے پہلی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ غرض کہ سیّدہ رقیہؓ والدِ ماجد اور والدۂ ماجدہ دونوں کی طرف سے قریشیہ اور اعلیٰ درجہ کی نجیب الطرفین تھیں۔ (طبقات ابن سعد: ۸-۲۴، صحابیات: ص ۱۰۵)

ولادت

سیّدہ رقیہؓ کی ولادت باسعادت بعثتِ نبوت سے سات سال قبل ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تینتیس برس تھی۔ آپؓ حضرت زینبؓ سے تین برس چھوٹی ہیں۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۴۵۷)

ابن زبیر اور ان کے چچا مصعب کا گمان ہے کہ حضرت رقیہؓ سب صاحبزادیوں میں چھوٹی ہیں۔ نیز جرجانی نسابہ نے اسی کی تصحیح کی ہے، لیکن ان کے علاوہ اور لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زینبؓ سب سے بڑی اور حضرت رقیہؓ منجھلی صاحبزادی تھیں۔ (صحابیات: ص ۱۰۵)

تربیت اور نشوونما

حضرت مولانا محمد نافع لکھتے ہیں: جناب رقیہؓ نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنی والدۂ محترمہ اپنے والدِ گرامی کی نگرانی میں تربیت پائی اور سنِ شعور کو پہنچی۔ والدین کی تربیت اکسیرِ اعظم تھی جوان کے آئندہ کمالاتِ زندگی کا باعث بنی۔ (بناتِ اربعہ: ص ۱۷۱)

اسلام اور بیعت

خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی عورت حضرت خدیجہؓ ہیں۔ ان

کے ساتھ اسلام لانے میں ان کی صاحبزادیاں پیش پیش تھیں۔ حضرت رقیہؓ بھی اسی وقت اسلام لائیں اور خوش نصیب خواتین کے ساتھ بیعت سے سرفراز ہوئیں۔ ابن سعدؒ رقم طراز ہیں:

”واسلمت حين اسلمت امها خديجة بنت خويلد وبايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم هي واخواتها حين بايعه النساء۔“

(طبقات ابن سعد: ۸/۲۴، بنات اربعہ: ص ۷۲)

زرقانیؒ لکھتے ہیں: پہلے پہل ایمان لانے والوں کی فہرست میں بیٹیوں کا نام نہیں لیا جاتا؛ حالانکہ وہ بعثت سے پہلے ہی اپنے فخرِ انسانیت والد مکرم کے اسوۂ مبارک سے بے حد متاثر تھیں۔ سیّدہ عائشہؓ کے حوالے سے طبرانی کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا تو سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں فوراً مسلمان ہوگئیں۔ (سیّدہ خدیجہ اور ان کی بیٹیاں: ص ۲۷)

نکاحِ اوّل قبل از اسلام

سیّدہ رقیہؓ نے حضور ﷺ کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اس وقت آپؓ کی عمر سات سال تھی۔ آپ ﷺ نے ان کا نکاح بعثت و نبوت سے قبل ہی اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے طے فرما رکھا تھا۔ اس منگنی کا سبب یہ ہوا کہ ابوالعاصؓ بنو عبدالعزیٰ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف میں سے تھے۔ سیّدہ زینبؓ کی شادی جب ان سے ہوگئی تو بنو ہاشم کو خیال آیا کہ حضور ﷺ کی دوسری بیٹیوں کا نکاح بھی کہیں دوسرے قبیلوں میں نہ ہو جائے۔ اس لیے حضرت زینبؓ کے نکاح کے کچھ عرصہ بعد ہی بنو عبدالمطلب کے کچھ لوگ ابو طالب کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب ابو طالب نے بات شروع کی: اے بھتیجے! آپ نے زینبؓ کا نکاح ابوالعاصؓ سے کر دیا ہے۔ بے شک وہ اچھا داماد ہے اور شریف انسان ہے؛ مگر آپ

کے عم زاد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ پر حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کے بیٹے کا حق ہے اسی طرح آپ پر ہمارا بھی حق ہے۔ نیز حسب نسب اور شرافت میں بھی ہم ان سے کم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! قرابت داری اور رشتہ داری سے تو انکار نہیں؛ لیکن آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ آخر حضرت خدیجہؓ کے مشورہ سے اور بیٹیوں کی رضامندی سے یہ نکاح ہوگیا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی تیسری بیٹی اُمّ کلثومؓ کی منگنی بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عُتیبہ سے کروادی۔ پھر جب آپ ﷺ نے علی الاعلان دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا تو ابولہب اور اس کی بیوی اروی (اُمّ جمیل) اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے لگے۔ اور پیغامِ حق کے مقابلے میں کفر وشرک کے حامی وناصر ہو گئے؟ یہاں تک کہ جب ان کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت فرمائی، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کی رُسوائی اور ابدی ذلّت ولعنت کے مستحق ٹھہرے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ان کے حق میں کچھ اس طرح نازل ہوا:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴿١﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ﴿٥﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ مرے، نہ اس کے کام آیا اس کا مال اور نہ اس کی کمائی، عنقریب وہ شعلہ والی آگ میں داخل ہوگا، وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسّی ہوگی۔

(اضواء البیان فی ترجمۃ القرآن: ص ۸۴۷)

اس پر ابولہب جذبۂ انتقام سے بھڑک اُٹھا اور اپنے دونوں بیٹوں کو جمع کر کے کہا: اگر محمد کی بیٹیوں سے تم نے علیحدگی اختیار نہیں کی تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا: دیکھو! محمد نے

ہمیں گالی دی ہے، ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ ندامت سے ہمارے سر جھک گئے ہیں، تم محمد کی بیٹی کو فوراً طلاق دے دو، چنانچہ ان دونوں نے اسی وقت طلاق دے دی۔ (سیّدہ خدیجہ اور ان کی بیٹیاں: ص ۳۹)

ان دونوں صاحبزادیوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ محض رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں ہونے کے باعث ان کو طلاق دی گئی تھی۔ طلاق سے عورت کے فطری احساسات مجروح ہوتے ہیں؛ لیکن یہ سب کچھ ان معصومات وطاہرات نے دینِ اسلام کی خاطر برداشت کیا۔ گویا تقدیرِ الٰہی کا یہی فیصلہ تھا کہ یہ پاک صاحبزادیاں شرک وکفر میں لتھڑے ناپاک جلاّدوں: عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جاسکیں۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۲۴، تذکار صحابیات: ص ۱۱۹)

عتبہ کا قبولِ اسلام

حافظ ابن حجرؒ 'اصابہ' میں لکھتے ہیں کہ: جب آنحضرت ﷺ فتحِ مکہ کے موقع پر مکہ معظّمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ: تمہارے بھائی کے بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ جواب دیا: وہ دونوں مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو لے آؤ۔ حضرت عباسؓ ان کو عرفات سے لے آئے۔ وہ دونوں عجلت سے آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو رب سے مانگ لیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ: عتبہؓ مکہ ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ. (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزدیاں: ص ۴۱)

حضرت عثمان کا قبولِ اسلام اور دوسرا نکاح

جب حضرت رقیہؓ کا نکاح عتبہ سے ہوا تو حضرت عثمان غنی ؓ کو جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے بڑا رنج ہوا۔ چونکہ دل میں یہ حسرت تھی کہ محمد کی بیٹی رقیہ کا نکاح میرے ساتھ ہوجاتا۔ وہ اپنے قبولِ اسلام اور حضرت رقیہؓ سے شادی کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

میں خانۂ کعبہ کے صحن میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً کسی آدمی نے آکر مجھے یہ اطلاع دی کہ محمد ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح عتبہ سے کروادیا ہے۔ چونکہ رقیہؓ حسن و جمال اور اپنے قابلِ رشک اوصاف کے لحاظ سے ممتاز تھیں؛ اس لیے میرا رجحانِ خاطر ان کی طرف تھا۔ جب یہ خبر پہنچی تو میں مضطرب ہو گیا اور سیدھا گھر پہنچا۔ اتفاق سے گھر میں میری خالہ سعدیٰ تشریف رکھتی تھیں، جو کہانت میں ماہر تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی بے ساختہ بولیں:

اَبْشِر وحیت ثلاثا وتراً　　ثم ثلاثاً و ثلاثاً اخری
ثم باخری کئی تتم عشراً　　لقیت خیراً و وقیت شراً
انکحت واللّٰہ حصناً زھراً　　و انت بکرٌ و لقیت بکراً
وافیتھا ابنت عظیم قدراً

ترجمہ: (اے عثمان!) تمھیں مژدہ ہو اور تم پر تین مرتبہ سلام پہنچے اور پھر تین مرتبہ اور پھر تین بار تم پر سلام پہنچے۔ پھر ایک سلام پہنچے؛ تا کہ دس مکمل ہو جاوے۔ (خدا کرے) تم بھلائی سے ملو اور برائی سے بچائے جاؤ۔ خدا کی قسم! تم نے ایک عفیفہ اور حسینہ وجمیلہ خاتون سے نکاح کیا۔ تم بھی ناکتخدا ہو اور ناکتخدا ہی تم کو مل گئی۔ ایک بڑے عظیم القدر جلیل المرتبت شخص کی بیٹی تم نے پائی۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں: ان کی ایسی گفتگو سے مجھے سخت تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا: خالہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟ تو انھوں نے کہا:

عثمان یاعثمان یاعثمان　　لك الجمال و لك الشان
ھذا نبی معہ البرھان　　ارسلہ بحقہ الدیّان
وجائہُ التنزیل و الفرقان　　فاتبعہ لایغرنك الاوثان

ترجمہ: عثمان! اے عثمان! اے عثمان! تم صاحبِ جمال اور صاحبِ شان ہو۔ یہ نبی صاحبِ برہان ہیں، وہ رسولِ برحق ہیں، ان پر قرآن نازل ہوا ہے۔ ان کا اتباع کرو

اور بتوں کے قریب نہ آؤ۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: میں اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا پھر ان سے کہا: ذرا تفصیل و تشریح کے ساتھ فرمایئے تو کہنے لگیں:

ان محمد عبدالله رسول الله من عند الله جاء بتنزيل الله يدعوا به إلى الله مصباحه مصباح و دينه فلاحٌ ماينفع الصباح ولو وقع الذباح وسلت الصفاح و مدت الوباح۔

ترجمہ: محمد بن عبداللہ جو خدا کے رسول ہیں، قرآن لے کر آئے ہیں، خدا کی طرف بلاتے ہیں، حقیقی چراغ ان کا ہی چراغ ہے، ان کا دین ذریعۂ فلاح ہے، جب قتل وقتال شروع ہوگا اور تلواریں کھینچ لی جائیں گی اور برچھیاں تن جائیں گی، اس وقت شوروغل کوئی نفع نہ دے گا۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: ان کی اس گفتگو نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور میں مآلِ کار پر غور وفکر کرنے لگا۔ دو روز کے بعد میں ابوبکرؓ کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل ان کے سنایا تو ابوبکرؓ کہنے لگے:

ويحك ياعثمان انك لوجل حازم ايخفى عليك الحق من الباطل هذه اوثان اللتى يعبدها قومك؟ أليست حجارة صما لاتسمع و لاتبصر و لاتضر و لاتنفع؟

ترجمہ: افسوس اے عثمان! (اب تک تم نے دعوتِ حق پر لبیک نہیں کہا) تم تو ہوشیار ہو اور سمجھ دار آدمی ہو، حق اور باطل کو پہچان سکتے ہو۔ یہ بت جن کو تمہاری قوم پوجتی ہے، کیا وہ گونگے پتھر نہیں ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے نفع وضرر کے مالک ہیں۔

یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے کہا: آپ نے یہ سچ کہا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فخرِ موجودات سرورِ کائنات محمد ﷺ اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ وہاں

قدم رنجہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس سنہرے موقع پر آپ ﷺ کے سامنے ہی کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ ان ہی دِنوں ابولہب کے بیٹوں نے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے رکھی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان غنیؓ سے کروادی۔ تاہم بہت سے کفارِ مکہ دشمنی وعداوت کے سبب اس نکاح میں شریک نہیں ہوئے۔ (صحابیات: ص ۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمان بن عفان سے کردوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا نکاح ان سے کردیا اور ساتھ ہی رخصتی بھی کردی۔

(بناتِ اربعہ بحوالہ کنزالعمال: ص ۱۷۶)

سیّدہ رقیہؓ کا نکاح ہوا تو یہ جوڑا بہت مشہور ہوا۔ اس نکاح پر حضرت سعدیٰ بنت کریز نے یہ اشعار کہے:

هدى الله عثمان الصّفى بقوله
مارشده والله بهدى إلى الحق
وانكحه المبعوث بالحق بنته
فكان كبدرٍ مارج الشمس فى الافق

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عثمانِ باصفا کو اپنے قول سے ہدایت اور رہنمائی بخشی، اور حضور ﷺ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح آپ سے کردیا۔ آپ ایسے چودھویں کے چاند کی طرح ہیں جو اُفق میں سورج کو شرمارہا ہے۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۶۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

نام و نسب:

عثمان نام ہے۔ آپ کے والد کا نام عفان ہے اور والدہ کا نام اروٰی ہے۔ آپ

کا نسب والد کی جانب سے یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبدِشمس بن عبدِمناف۔ والدہ کی جانب سے سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: عثمان بن اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبد مناف۔

حالات قبل الاسلام:

قبل الاسلام عرب جن حالات سے دوچار تھے اس سے تاریخ کا کوئی طالب علم ناآشنا نہیں ہے۔ ضلالت و جہالت والے روح فرسا حالات میں بھی پیکرِ شرم وحیا حضرت عثمانؓ شراب و زنا اور دیگر منکرات سے طبعاً محترز تھے۔ خود آپؓ کا بیان ہے: میں نے عہدِ جاہلیت میں اور اسلام میں نہ کبھی زنا کیا، نہ شراب پی، نہ گایا اور بجایا۔

قبول اسلام پر مصائب و شدائد:

حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کرلیا، لیکن اہلِ خانہ ایمان واسلام سے ناآشنا تھے۔ جب آپؓ کے چچا حکم بن عاص کو ان کے قبولِ اسلام کی خبر ہوئی تو سخت ناراض ہوئے۔ اوّلاً نرمی سے سمجھایا، پھر زبانی تنبیہ کی۔ لیکن جب کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو اس نے آپؓ کے قدموں میں زنجیر ڈال کر زدوکوب شروع کردیا۔ ایک دن اس نے کہا: اے بھتیجے! تو نے اپنے آباواجداد کا دین ترک کر دیا ہے اور نیا طریقہ اپنالیا ہے۔ اگر تو اسی حالت پر رہا تو تا زیست اسی عذاب میں مبتلا رکھوں گا۔ اس کی باتوں کا حضرت عثمانؓ پر مطلق اثر نہ ہوا اور زبانِ حق بول اُٹھی: اے چچا! بخدا! اگر میرا سر تن سے جدا کر دو گے تو بھی میرا یہ جسم بے جان و بے سر آستانہ محمد ﷺ پر پڑا رہے گا۔ اگر تم میرا بدن جلا کر رکھ دو گے تب بھی بدن کی راکھ بگولوں سے لپٹ کر کوچہ محمد ﷺ تک پہنچ جائے گی۔

آپؓ کے ایمان لانے سے والدہ بھی بڑی رنجیدہ ہوئیں اور گھر چھوڑ کر اپنے بھائی عامر بن کریز کے گھر جا بیٹھیں، بالآخر مایوس ہوکر ایک سال بعد اپنے گھر واپس آگئیں۔

غزوات میں شرکت:

غزوۂ بدر کے موقع پر آپؓ اپنی زوجۂ محترمہ رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے نبی اکرم ﷺ

کے حکم سے غزوے میں شرکت سے رُک گئے۔ محرم ۳ھ میں غزوۂ عطفان ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے چار ہزار پانچ سو سواروں کے ساتھ ذی اَمر کا رُخ کیا۔ جاتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور غزوۂ ذات الرقاع میں بھی آپ کو نیابت کے شرف سے نوازا۔ شوال ۳ھ میں بپا ہونے والے غزوۂ احد میں بھی آپ شریکِ جنگ رہے۔ ذی القعدہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی جو تاریخِ اسلام کا فیصلہ کن موڑ ہے۔ مقام حدیبیہ پر جب مسلمان فروکش ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے قریش کو حقیقتِ حال سے باخبر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ نے مکہ روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ کفارِ مکہ سے کہہ دینا کہ: ہم تو عمرے کے لیے آ رہے ہیں۔ ہمارا مقصود لڑائی نہیں ہے۔ حکمِ نبوی ﷺ کے مطابق حضرت عثمانؓ مکہ روانہ ہوئے۔ واپس لوٹنے میں تاخیر ہوئی اور ادھر مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا گیا۔ جب یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہؓ سے بیعت لی۔ اخیر میں آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ایک ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔ "هذه يد عثمان، فضرب بها على يده فقال هذه لعثمان" اس کے بعد عثمانؓ وہاں پہنچ گئے اور صلح نامہ تحریر ہوا۔

تیسرے خلیفۂ راشد:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجلسِ مشاورت ہوئی۔ دو دن تک کوئی فیصلہ نہ ہوا، تیسرے دن عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ جن چھ حضرات کے نام کی حضرت عمرؓ نے تعیین کی تھی ان میں سے ہر ایک، ایک نام کی سفارش کرے۔ تو حضرت زبیر ابن العوامؓ نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نام پیش کیے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا حق حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو دے دیا اور فرمایا کہ: آپ دونوں معاملہ میرے ذمہ چھوڑ دیجیے۔ میں جس کو خلیفہ منتخب کروں اس کو دوسرے صاحب بہ خوشی قبول

کرلیں۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا ہاتھ بیعت کے لیے حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھایا تو فوراً ہی حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کرلی۔ اس کے بعد بیعتِ عامہ ہوئی۔ یکم محرم ۲۴ھ کو جب صبح کی پو پھٹی تو حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفۂ راشد تھے۔

شہادت:

سبائیوں نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرلیا تھا۔ چالیس دن تک مسلسل محاصرہ رہا۔ ۱۸رذی الحجہ ۳۵ھ کو آفتاب مائل بہ زوال تھا کہ شرپسند عناصر قتل کے ناپاک ارادہ سے گھر میں گھس گئے۔ غافقی نامی آدمی آگے بڑھا اور آپ کی پیشانی پر خنجر پیوست کردیا۔ خون کا فوارہ اُڑا، اس کے چھینٹے کھلے ہوئے مصحف پر پڑے۔ زبان پر بِسۡمِ اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ جاری ہوا۔ اور تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ.

فضائل و مناقب:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی جنت میں عثمان بن عفانؓ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا تذکرہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا: یہ اس فتنہ میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔

اس طرح کی بہ کثرت احادیث میں حضرت عثمانؓ کے فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں۔ (تلخیص از: عشرہ مبشرہ: ص ۲۸۵ تا ص ۳۳۲، مطبوعہ شعبۂ تقریر و تحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل)

اُمّ عیاش کا ذکر

نبی اکرم ﷺ کی ایک باندی تھی جسے اُمّ عیاش کہتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی خدمت کرتی اور خانگی اُمور انجام دیتی تھیں۔ اُمّ عیاش کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ سردارِ

دو جہاں ﷺ نے رخصتی کے موقع پر اپنی صاحبزادی رقیہؓ کو عنایت فرمائی تھی۔ وہ حضرت رقیہؓ کی خدمت گزاری کے لیے حضرت عثمانؓ کے گھر رہتی تھیں۔ یہ رسالت مآب ﷺ کی جانب سے خاص عنایتِ کریمانہ تھی کہ خصوصی طور پر خادمہ حضرت رقیہؓ کو عنایت فرمائی؛ تاکہ وہ ان کے لیے خانگی کام کاج میں ہاتھ بٹا سکے۔ اسد الغابہ میں مذکور ہے:

بعثها مع ابنته إلى عثمان. (بناتِ اربعہ: ص ۱۸۹)

اپنے خاوند کی خدمت گزاری

سرورِ کائنات ﷺ اپنی صاحبزادیوں کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جاتے اور حال دریافت فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت رقیہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت وہ اپنے خاوند حضرت عثمانؓ کے سر کو دھو رہی تھیں تو آپ ﷺ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: "یابنية احسنى إلى ابى عبدالله فانه اشبه اصحابى بى خلقاً".

ترجمہ: اے میری بیٹی! تو اپنے خاوند عثمانؓ کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کر اور حسنِ معاملہ کے ساتھ زندگی گزار۔ عثمانؓ میرے اصحاب میں سے اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ میرے ساتھ مشابہ ہیں۔ (بناتِ اربعہ: ص ۱۹۲)

ہجرتِ حبشہ

اسلام کی ترقی روز افزوں تھی۔ لوگ جوق در جوق مذہبِ اسلام کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے رہے تھے۔ اسلام اور فرزندانِ اسلام کی یہ ترقی پرستارانِ لات وعزیٰ کے لیے دردِ سر بن گئی اور وہ شیدائیانِ اسلام کو طرح طرح سے ستانے لگے۔ کفارِ مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کے ایما سے نبوت کے پانچویں سال ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ قرآن وحدیث میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے حق میں بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ .

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم انھیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اُجر تو بہت بڑا ہے کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔ (اضواء البیان فی ترجمۃ القرآن: ص ۳۷۸)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار" (اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری ہوتا) یعنی ہجرت کی فضیلت کی وجہ سے میں مہاجر ہوں۔ (بخاری شریف)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إنّ الهجرة تهدم ما كان قبلها" (ہجرت ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے تھے)۔ (مسلم شریف: ۱/۷۶)

ملک حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے مہاجرین میں حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ بھی تھے۔ آپ ﷺ کو جب ان دونوں کی ہجرت کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إنهما لأول من هاجر إلى الله تبارك و تعالىٰ بعد لوط" (یہ دونوں میاں بیوی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کے بعد سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی ہے) حبشہ کی طرف ہوئی اس پہلی ہجرت کے امیر حضرت عثمانؓ تھے۔ (سیدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۲)

ایک روایت میں یہ ہے کہ: ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔

ہجرت کے بعد کئی روز تک حضور ﷺ کو ان کی کوئی خبر موصول نہ ہوئی تو آپ ﷺ کو فکر لاحق ہوئی، چنانچہ روزانہ شہر مکہ سے باہر تشریف لے جاتے۔ ملک حبشہ کی جانب سے آنے والے مسافروں سے اُن کے متعلق پوچھتے۔ ایک روز ایک قریشی عورت حبشہ سے مکہ مکرمہ پہنچی تو آپ ﷺ نے اس سے مہاجرینِ حبشہ کے احوال دریافت فرمائے۔ اس نے بتلایا کہ: اے محمد! آپ کے داماد اور آپ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ کیسی حالت پر پایا ہے؟ تو اس نے کہا: عثمانؓ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کیے ہوئے لے جارہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس وقت نبی اقدس ﷺ نے یہ دُعائیہ جملہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۶۰، رسول اللہ ﷺ کو صاحبزادیاں: ص ۲۹)

حبشہ کی جانب دوبارہ ہجرت

یہ مہاجرین حبشہ میں اقامت پذیر ہوکر سکون واطمینان کے ساتھ رب کی بندگی میں مصروف تھے کہ ان کو اطلاع پہنچی کہ مکہ والے مسلمان ہوگئے ہیں اور مکہ میں اسلام کا غلبہ ہوگیا ہے۔ یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کی جانب لوٹے؛ لیکن مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اور پہلے سے زیادہ تکلیفیں اہلِ اسلام کو دی جارہی ہیں۔ یہ سن کر ان کو بہت زیادہ رنج ہوا۔ پھر ان میں سے بعض حضرات وہیں سے ملک حبشہ کی جانب واپس چلے گئے۔ جن میں حضرت عثمانِ غنیؓ اور ان کی اہلیہ رقیہؓ بھی تھے جیسا کہ اسدالغابہ میں لکھا ہے:

”وهاجرا كلاهما إلى ارض الحبشة الهجرتين ثم إلى مكة و هاجر إلى المدينة“

(اِن دونوں نے ملک حبشہ کی جانب دو ہجرتیں کیں، پھر مکہ آئے اور وہاں سے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۳۰)

اس موقع پر اس غلط خبر کے ساتھ ساتھ سیّدہ رقیہؓ کو ایک اور اندوہناک خبر نے بوجھل بنادیا۔ خبر یہ تھی کہ سیّدہ رقیہؓ کی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؓ وفات پاچکی ہیں۔ انسان کو اپنی والدہ کی موت پر رنج وغم ہونا فطری چیز ہے؛ لیکن یہ صابرہ، مجاہدہ، مہاجرہ خاتون اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں اور واپس حبشہ کی جانب اپنے خاوند کے ساتھ لوٹ گئیں۔

(سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۲)

ہجرتِ مدینہ

حبشہ میں ایک عرصہ رہنے کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ مکہ واپس آئے۔ ابھی کچھ ہی دن قیام کیا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر کے جانے کا حکم ہوا۔ یہ دونوں بھی رختِ سفر باندھ کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر انھوں نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے برادرِ گرامی حضرت اوس بن ثابتؓ کے گھر پر قیام کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ بھی مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ (تذکار صحابیات: ص ۱۱۹، طبقات ابن سعد: ۸/۲۴)

اس طرح حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کو راہِ خدا میں تین مرتبہ ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

علالت ووفات

ہجرت کے دوسرے سال جب یہ اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی کارواں ملک شام سے مکہ واپس آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا اور ہنگامی طور پر اس وقت جو جانباز مل سکے ان کو ہمراہ لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اُن دنوں حضرت رقیہؓ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر صاحبِ فراش ہو چکی تھیں۔ اسی لیے فخرِ موجودات ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو ان کو تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں ہی چھوڑ دیا۔ اور آپ ﷺ خود کفار سے مقابلہ کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا: اس کے عوض اللہ تمھیں جہاد میں شریک ہونے کا اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور مالِ غنیمت میں سے بھی آپ کو حصہ ملے گا۔

حافظ نورالدین الہیثمیؒ نے 'مجمع الزوائد' میں لکھا ہے: وتخلف عن بدرٍ علیها باذن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و ضرب له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سهمان اهل بدرٍ و قال و اجری یا رسول اللہ، قال: و اجرك۔ (یعنی

نبی ﷺ کے فرمان کے باعث عثمانؓ غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر آنحضرت ﷺ نے عثمان کے لیے بدر کے غنائم کے حصوں میں دو سہم (حصہ) مقرر فرمائے اور جب عثمانؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے اَجر و ثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کا اَجر و ثواب بھی اہلِ بدر کے مساوی ہے۔ (بناتِ اربعہ: ص۱۹۴)

رمضان المبارک کا بابرکات مہینہ چل رہا تھا۔ ہجرت کو ایک سال اور سات مہینے گزر چکے تھے۔ لشکرِ اسلام اور ان کے قائدِ اعظم ﷺ بدر کے مقام پر کفارِ مکہ کے ساتھ مقدس جنگ میں مصروف تھے، اسی دوران حضرت رقیہؓ نے بہت کم مدّت علیل رہنے کے بعد اِکیس سال کی عمر میں اِس دارِ فانی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جاملی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت رقیہؓ کی وفاتِ حسرت آیات کو ابوالاثر حفیظؔ جالندھری نے یوں بیان کیا ہے:

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اِک دن رقیہؓ سیدہ کا انتقال آخر
دُعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہؐ کی بیٹی
بدر کی واپسی سے پیشتر تربیت میں جا بیٹھی
جنابِ حضرتِ عثمانؓ افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
جدائی ہوگئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت کی
سہے تھے اس عفیفہ نے دُکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر

(شاہنامہ اسلام: ص۷۷)

جس وقت آپؓ کی قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی عین اسی وقت حضرت زید بن حارثہؓ بدر سے مسلمانوں کی فتح کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ جب اس المناک سانحہ کی اطلاع سرورِ عالم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نہایت مغموم ہوئے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپ ﷺ بدر سے لشکرِ اسلام کے ساتھ مدینہ منورہ واپس لوٹے تو اپنی لختِ جگر نورِ نظر حضرت سیّدہ رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"الحقی بسلفنا عثمان بن معظون"

عثمان بن معظون پہلے جا چکے آپ بھی اُن سے جاملو

(عثمان بن معظون جلیل القدر صحابی تھے جو مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے) آپ ﷺ کے اس ارشاد پر عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ ان کو کوڑا لے کر تنبیہ وتہدید کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عمر! انھیں رو لینے دو؛ کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت آئے تو شیطانی تحریک سمجھنا چاہیے۔ سیّدہ فاطمہؓ اُن کی قبر کے پاس آئیں اور سرہانے بیٹھ کر مسلسل روتی رہیں اور حضور ﷺ چشمِ گریاں وقلبِ بریاں کے ساتھ آنسو پونچھتے رہے۔ سیّدہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مغموم رہنے لگے۔ ان دونوں کے مابین اس قدر محبت والفت تھی کہ ان کی نسبت یہ مقولہ بولا جانے لگا: "احسن الزوجین رأهما الانسان رقية و زوجها عثمان" بعد میں یہ جملہ عربوں میں بطور ضرب المثل مشہور ہو گیا۔ (صحابیات: ص ۱۰۹، طبقات ابن سعد: ۸/۴۴، سیر الصحابیات: ص ۱۰۰، تذکار صحابیات: ص ۱۲۰)

اولاد

حبشہ کے زمانۂ قیام میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ اسی نام سے تھی۔ جب وہ چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ایک مرغ نے

ان کی آنکھ پر چونچ ماری جس سے تمام چہرہ متورم ہو گیا اور اسی تکلیف سے جمادی الاوّل ۴ھ میں وفات پائی۔ جب عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو سردارِ دو جہاں ﷺ بہت غمگین ہوئے۔ اس پریشانی کی حالت میں آپ ﷺ نے عبداللہ کو اپنی گود میں لیا، آنکھیں اشکبار تھیں اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ اس کے بعد ان کی نمازِ جنازہ خود آپ ﷺ نے پڑھی۔ حضرت عثمانؓ قبر میں اُترے اور اپنے ہاتھوں سے ان کو دفن کیا۔ (طبقات ابن سعد اُردو: ۸/ ۳۹، بناتِ اربعہ: ص ۱۸۷)

یہ وہ روایت ہے جس کو اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے؛ لیکن جناب امان اللہ عاصم کی حضرت رقیہؓ کے صاحبزادے عبداللہ کے متعلق ایک دوسری تحقیق ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ بہ لفظ قارئین کے حضور پیش کر دی جائے:

''سیدہ رقیہؓ نے دو مرتبہ حبشہ کی طرف اور پھر حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں قیام کے دوران ہی آپؓ کا ایک بیٹا عبداللہ بن عثمان پیدا ہوا۔ اسی کو عبداللہ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سیدہ رقیہؓ کے اس بیٹے کو چھ سال کی عمر میں ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری، جس کی وجہ سے چہرہ متورم ہو گیا اور اسی کے نتیجے میں اس کی وفات ہو گئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔ سیدہ رقیہؓ کا یہ بیٹا جوان ہوا، شادی ہوئی، اولاد بھی ہوئی۔ سیدہ رقیہؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کی بچپن میں وفات کا بیان سب سے پہلے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب 'تاریخِ صغیر' میں کیا۔ دراصل یہ سوچی سمجھی سبائی سازش کے تحت قصہ گھڑا گیا تھا؛ لیکن امام بخاریؒ جیسا عظیم محدث و مؤرخ ابنِ شہاب زہری کے واسطے سے بیان کر کے غلطی کر بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

تیسری صدی کے وسط تک کے کسی بھی محدث یا مؤرخ نے سیدہ رقیہؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کی بچپن میں وفات کا ذکر نہیں کیا۔ سب سے پہلا ذکر امام بخاریؒ کی کتاب میں آیا؛ لیکن یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام بخاریؒ نے مرغ کی چونچ کا ذکر

نہیں کیا؛ بلکہ صرف عبداللہ بن عثمانؓ کی بچپن میں وفات کا ذکر کیا ہے۔اس جان لیوا یمرغ کی چونچ کی ضرب کا اضافہ اس کے بعد ہوا اور اس تمام سوچی سمجھی سازش میں واضح مقصد سیدنا علی وسیدہ فاطمہؓ کی اولاد کو دیگر بنات رسول ﷺ کی اولاد سے ممتاز قرار دینا اور رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیٹیوں کی اولاد کو معدوم حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر کے شخصیت پرستی کا سبائی نظریہ دے کر ان مقدس ہستیوں کا نام تاریخ سے مٹانے کے سوا کچھ نہیں۔

جھوٹ بنانے والوں کی عقل پر اللہ تعالیٰ نے ایسا پردہ ڈال دیا کہ کسی نے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کی (مرغ کی چونچ کی ضرب سے) چار سال میں وفات بیان کی ہے، کسی نے چھ سال کی عمر میں اور کسی نے بارہ سال کی عمر میں اور کسی نے تو عقل مندی کا اس حد تک واضح ثبوت دیا کہ ۷۶ سال کی عمر میں سیدہ رقیہؓ کے بیٹے کو مرغ کی ٹھونگ سے مروا کر ملک عدم کو روانہ کر دیا۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حقیقتِ حال کا تفصیلی بیان کرنا یہاں طوالتِ بحث کے خوف کے پیشِ نظر مقصود نہیں ہے۔صرف اپنے قارئین کو اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے لختِ جگر سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ بچپن میں کسی مرغ کی چونچ سے لگے زخم کی وجہ سے فوت نہیں ہوئے؛ بلکہ وہ جوان ہوئے، شادیاں کیں اور طبعی زندگی گزار کر خالقِ حقیقی کو پیارے ہوئے۔

آج بھی لاکھوں کی تعداد میں ان کی اولاد کے افراد موجود ہیں۔تاریخِ اسلام میں معروف بزرگ شیخ جمال الدین فرغانیؒ اسی نواسۂ رسول ﷺ عبداللہ بن عثمانؓ کی اولاد میں سے ہیں، جن کی ایک بیٹی تھی، جو بی بی پاک دامن کے نام سے مشہور ہوئیں۔اس بی بی پاک دامن کا نکاح شیخ صدرالدین عارف بن شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ سے ہوا، ان سے شیخ رکن عالم ملتانیؒ پیدا ہوئے۔ان شیوخ کے مزار ملتان شہر میں آج بھی مرجعِ عوام ہیں۔

امام کاشفؒ نامی بزرگ بھی سیدہ رقیہؓ کے اسی بیٹے عبداللہ بن عثمانؓ کی اولاد سے

تھے، جو سلطان محمود غزنویؒ کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوئے اور وہاں فتح کے بعد حاکم مقرر ہوئے۔ یہ رقوی سادات میں سے پہلے بزرگ تھے، جو کشمیر کی سرزمین میں پہنچے۔ ان کی اولاد آج تک کشمیر میں رقوی سادات ہونے کی وجہ سے انتہائی قابلِ احترام سمجھی جاتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات قابلِ غور ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے نواسے سیدنا علی بن حسینؓ المعروف زین العابدین سیدہ رقیہؓ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ کے شاگرد تھے۔ ایسا کس طرح ممکن ہے کہ ایک بچہ چھ سال کی عمر میں انتقال کر جائے اور سالوں بعد آنے والا انسان اسی بچے کا شاگرد ہو؟ یہ تمام حقائق اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ سیدہ رقیہؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عثمانؓ نے ایک خاص مدت تک طبعی زندگی پائی، شادیاں کیں، ان کی اولاد ہوئی؛ لہٰذا ان کی بچپن میں وفات کے بارے میں بیان کیے جانے والے تمام قصے من گھڑت ہیں۔" (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں، ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ

حضرت رقیہؓ بہت خوبرو اور موزوں اندام تھیں۔ دُرِّ منثور میں مذکور ہے:

"کانت ذات جمال بارع" یعنی وہ نہایت حسینہ و جمیلہ تھیں۔

زرقانی نے لکھا ہے: "کانت بارعة الجمال" (وہ نہایت جمیل تھیں)

باشندگانِ حبشہ کا ایک گروہ آپ پر مرتا تھا۔ اس گروہ نے آپؓ کو بہت ایذائیں پہنچائیں۔ ایک روز تنگ آ کر آپؓ نے ان کے لیے بددُعا کی اور آخر وہ سب ہلاک ہو گئے۔ (صحابیات: ص ۱۱۰)

حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک مرتبہ گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: عثمان کے گھر دے آؤ۔ میں وہ ہدیہ لے کر ان کے گھر پہنچا۔ حضرت عثمانؓ اور رقیہؓ دونوں وہاں تشریف فرما تھے، میں نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ اسامہؓ کہتے ہیں: میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میاں بیوی

دونوں حسن و جمال میں فائق تھے۔ (بنات اربعہ، ص ۱۹۰)

خلاصۂ کلام

یہ ہے حضرت رقیہؓ کی زندگی کے مختصر احوال جن میں راہِ خدا میں مر مٹنے اور دینِ اسلام کی خاطر سرفروشانہ کارنامے انجام دینے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کائنات کے سب سے عظیم انسان کی بیٹی ہونے کے باوجود بالکل سادہ زندگی گزارنا اور خاوند کی خدمت میں فنا ہو جانا یہ ان کی زندگی کے درخشندہ پہلو ہیں جن سے زنِ عصرِ رواں تہی دامن ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور جملہ قارئین کو تادمِ حیات سیّد الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج و بنات اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابۂ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)